مشروعیت قرض اور حالت عسر میں میعاد قرض میں توسیع کے اسلامی اصول

Islamic Principles: Legitimacy of loans and Extension of Repayment in The Time of Financial Distress

Ghufran Ullah
PhD Scholar Department of Islamic Studies,
Qurtaba University of Science and Information Technology, Peshawar
Email: gghufran26@gmail.com
Dr. Hafiz Sardar Ali
Assistant Professor Department of Islamic Studies,
Qurtaba University of Science and Information Technology, Peshawar
Email: dr.sardarali@qurtaba.edu.pk

Abstract

This study investigates the Islamic perspective on the Quran, Hadith and Islamic Law (FIQH), its definitions, legal principles and moral responsibilities. It checks how the four major Sunni Schools - Hanfi, Shafi, Maliki, and Hanbali - How to explain the loan rules, especially what can be borrowed and how it should be repaid. Research highlights the validity of debt in Islam, focusing on the Quranic concept of Quran-e-Hasana (a compassionate and interest-free loan), which promotes financial impartiality and social welfare. Hadith emphasized the importance of paying further loans honestly and rewarding others to help others in financial difficulty. Islamic teachings encourage creditors (lenders) to be patient with struggling borrowers and, when possible, forgive the loan as an act of charity. This study also examines the role of debt in the economy, stating how Islamic principles support fair money distribution and prevent financial exploitation. It discusses the rules of documentation of loans, resolving disputes and expanding the deadline for those who cannot pay. Conclusions suggest that Islam balances financial responsibility with social justice, ensuring that the loan is used morally and not as a tool for harassment. By combining traditional Islamic teachings with modern financial practices, this research provides valuable insight into Islamic finance and moral borrowings. The study argues that Islamic debt theory provides a permanent and fair financial system, promoting both economic stability and social kind.

Keywords: Qarz-e-Hasanah, Islamic Jurisprudence (Fiqh), Creditors and Debtors, Loan Documentation, Debt Forgiveness, Islamic Finance, Riba (Interest), Social Justice in Debt

قرض کا مفہوم لغت عربی میں

قرض عربی لغت اور محاورات میں متعدد مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے۔"القرض"عربی زبان کا لفظ ہے، قرض یقرض،ضرب یضرب کے وزن پر ہے۔ جس کا مطلب ہے کاٹنا(القطع)[1]

عربی نصوص میں بھی یہ اصطلاح مختلف معانی میں مستعمل ہے۔ نصوص شرعیہ اور مباحث لغویہ کے تتبع اور استقرا سے قرض کے درج ذیل معانی معلوم ہوتے ہیں:

سفر کرنا، مضاربت پر دینا، غیبت کرنا، ادھار دینا۔۔ قرض کے ایک معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹ جانے کی ہیں[2]

اصطلاحی معنی

قرض کا اصطلاحی مفہوم فقہانے یوں بیان کی ہے کہ کسی چیز کا اس شرط پر دینا کہ اس کا بدل واپس کیا جائے امام ابن حزم نے قرض کے تعریف کچھ یو لکھا ہے۔

"هو آن تعطى انسانا شيئا بيعنه من مالك،تدفعه اليه،ليرد عليک مثلهااما حالا فى ذمته، واما الى اجل مسمى"[3]

یہ کہ تو کوئی چیز اپنے مال سے بیعنہ کسی کو اس شرط پر دے، کہ وہ اس کی مثل اس وقت تجھے ادا کر دے یا ایک مقررہ وقت کو۔

قرض کا مفہوم فقہا کے نظر میں:

فقہی مباحث میں فقہانے قرض کی تشریح نہیں کی ہے، بلکہ اس کا دائرہ کار کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

- حنفی فقھاء کے یہاں قرض کا دائرہ نسبتاً محدود ہے، وہ محل قرض میں دیگر عمومی شرائط کے ساتھ اس کے مثلی ہونے کی بھی شرط لگاتے ہیں، یعنی فقہ حنفی کی رو سے قرض صرف ان چیزوں کالیا جاسکتا ہے جس کے سارے افراد یکساں ہوں اور اس کا بدل قابل لحاظ فرق کے بغیر ادا کیا جاسکتا ہو۔ اس زائد شرط کا لحاظ کرتے ہوئے حنفی فقہاء قرض کی تعریف کرتے ہیں۔

چنانچہ علمی حلقوں میں شیخ زادہ کے لقب سے مشہور علامہ عبد الرحمن بن الشیخ رحمہ اللہ فرض کی تعریف یہ نقل کرتے ہیں:

"هُوَ عَقْدٌ مَّخصُوصٌ يَرِدُ عَلَى دَفْعِ مَالٍ مِثْلِي لِرَهُ مِثْلِهِ"[4]

قرض مخصوص عقد ہے جس میں مالیت کی حامل کوئی مثلی چیز دی جاتی ہے اور اس چیز کی مثل واپس کرنی ہوتی ہے۔

- فقہاء شوافع کے یہاں قرض کے اندر سب سے زیادہ وسعت ہے، ہر وہ چیز جس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہو اس کا قرض کے طور پر لینا و دینا بھی جائز ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء شوافع نہایت عمومی الفاظ میں قرض کی تعریف کرتے ہیں۔

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس الرملی رحمہ اللہ یوں تعریف کرتے ہیں:

"تَمْلِيكُ الشَّيْءِ عَلَى أَنْ يُرَدَّ بَدَلُهُ"[5]

قرض کسی کو کسی چیز کا اس شرط پر مالک بنانے کا نام ہے کہ وہ اس کا بدل بعد میں لوٹائے گا۔

اس تعریف میں مال ہونے کا بھی تذکرہ نہیں، اس لئے اس سے بہتر الفاظ ابو اسحق الشیرازی رحمہ اللہ کے ہیں، کہ

"مَا تُعْطِيهِ غَيْرَكَ مِنَ الْمَالِ لِتَقْضَاهُ"[6]

کسی مالیت کی حامل شے دوسرے کو واپسی کے مطالبے کی شرط پر دینا قرض ہے۔

- فقہاء مالکیہ بھی اسی وسعت کے قائل ہیں، تاہم ایک زائد شرط کا وہ اضافہ کرتے ہیں کہ معاملہ قرض کسی ایسی مدت کا پابند ہو جس سے پہلے قرض دہندہ کو قرض کے مطالبہ کا حق نہیں ہو۔ علامہ ابن عرفہ دسوقی رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں:

"دَفْعُ مُتَمَوَّلٍ فِي عِوَضٍ غَيْرِ مُخَالِفٍ لَهُ لَا عَاجِلًا تَفَضُّلًا فَقَطْ لَا يُوجِبُ إِمْكَانَ عَارِيَّةٍ لَا تَحِلُّ مُتَعَلَّقًا بِذِمَّةٍ"[7]

قرض کسی قدر والی شے کو بطور احسان اس سے ملتے جلتے عوض کے بدلے ایک مقررہ مدت تک اس طرح دینا ہے جو ناجائز عاریت کا باعث نہ ہو اور وہ عوض ذمہ میں لازم ہو جائے۔

- فقہاء حنابلہ میں بھی قرض کا یہی مفہوم ہے، تاہم وہ یہ اضافہ کرتے ہیں کہ اس معاملہ سے نفع صرف مقروض ہی اٹھائے، قرض خواہ نہ اٹھائے۔ "الروض المربع کے مصنف فرماتے ہیں:

"دَفْعُ مَا لِمَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ وَيُرَدُّ به وَيُرَدُّ بَدَلَهُ"

قرض مال اس شخص کو دینے کا نام جو اس فائدہ حاصل کریں اور بدل ادا کرے۔[8]

جدید معاشیات میں قرض کا مفہوم:

انگریزی لفظ loan قرض کا مترادف ہے، موجودہ معاشی نظام میں اس کے وہی معنی لئے جاتے ہیں جو قرض کے مذکور ہوئے، تاہم سود چونکہ موجودہ بینکاری نظام کا لازمی عصر سمجھا جاتا ہے، اسلئے بیان کردہ اصطلاحی

تعریف میں مشروط اضافہ کی اجازت بھی نظر آتی ہے۔ مشہور بزنس ڈکشنری (business dictionary) میں قرض کے تصور کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"Written or oral agreement for a temporary transfer of a property (usually cash) from its owner (the lender) to a borrower who promises to return it according to the terms of the agreement, usually with interest for its use[9].

ایک ایسا تحریری یا زبانی معاہدہ جس میں قرض خواہ سے جائیداد عارضی طور پر مقروض کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، جو عقد کی شرائط کے مطابق اسے واپس لوٹانے کا وعدہ کرتا ہے، عموماً اس قرض میں لی گئی چیز کے استعمال کے بدلہ سود بھی دینا ہوتا ہے۔

مشروعیت قرض قران مجید کی نظر میں

مالی معاملہ زمانہ قدیم سے نوع انسانی میں رائج ہے۔ قرض کی اصطلاح نہ تو جدید ہے اور نہ ہی اسلام اسکا موجد ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم قرض کی مشروعیت صراحت بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، بلکہ اپنے حکیمانہ انداز میں اشارۃ ودلالہ اسکے جواز کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جواز قرض کے متعلق آیات قران میں مختلف انداز میں پیش ہوا ہیں۔

ایک وہ آیات جو قرض کو ایک اچھے عنوان کے طور پر ذکر کرتی ہیں۔

"مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُطْعِفَهُ لَهَ أَضْعَافًا كَثِيرَةًۗ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْضُطُ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"[10]

کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے، تاکہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ بدرجہازیادہ ہو جائے؟ اور اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے، اور وہی وسعت دیتا ہے، اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹایا جائے گا۔

امام رازیؒ کی تحقیق کے مطابق اس آیت میں اللہ تعالی کو قرض دینے میں صدقاتِ نافلہ اور واجبہ دونوں مراد ہیں۔[11]

آیت مذکورہ میں" اللہ تعالیٰ کو اچھے طریقے پر قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لئے دیا جائے، دکھاوا یا دنیا میں بدلہ لینا مقصود نہ ہو اور اگر جہاد کے لئے یا کسی غریب کی مدد کے طور پر قرض ہی دیا جائے تو اس پر کسی سود کا مطالبہ نہ ہو۔ کفار اپنی جنگی ضروریات کے لئے سود پر قرض لیتے تھے۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اول تو وہ قرض کے بجائے چندہ دیں اور اگر قرض ہی دیں تو اصل سے

زیادہ کا مطالبہ نہ کریں، کیونکہ اگرچہ دنیا میں تو انہیں سود نہیں ملے گا لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اصل سے بدرجہا زیادہ عطا فرمائیں گے "[12]

اس کے بعد دوسرے قسم کی آیات وہ جن میں قرآنِ کریم عمل قرض کو مضبوط کرتا ہے، اس کے متعلقات کو ذکر کرتا ہے، قرض کو لکھنے کا حکم دیتا ہے، قرض کی توثیق کے لئے اس معاملہ پر گواہ بنانے کی ترغیب دیتا ہے، قرض کی واپسی یقینی بنانے کے لئے رہن کی اجازت دیتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی طویل ترین آیت کی ابتداء میں فرمایا گیا ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ "[13]

" اے ایمان والو! جب تم کسی معین میعاد کے لئے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تم میں سے جو شخص لکھنا جانتا ہو انصاف کے ساتھ تحریر لکھے "۔

اس آیت میں ہے:

" وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَ اتْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ إِحْدُهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدُهُمَا الأخرى " [14]

اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو۔ ہاں اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گوہوں میں سے ہو جائیں جنہیں تم پسند کرتے ہو، تاکہ اگر ان دعورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔

اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہے:

" وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهِنٌّ مَّقْبُوضَةٌ" [15]

" اور اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لئے جائیں"۔ اگر قرض کا معاملہ جائز نہ ہوتا تو اسے لکھنے، گواہی سے مضبوط کرنے اور اس کے بدلے رہن رکھوانے کی تاکید نہ کی جاتی۔

مشروعیت قرض احادیث مبارکہ کی نظر میں:

ذخیرہ احادیث کے تفصیلی مطالعے سے مشروعیت قرض پر دلالت کرنے والی متعدد روایات سامنے آتی ہیں۔ ان روایات میں قدر مشترک قرض اور اس کا جواز ہے۔

نبی کریم ﷺ نے متعدد ارشادات میں امت کو قرض دینے کی ترغیب دی۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا:

" مَنْ مَّنْحَ مَنْيْحَةُ لَبْنٍ ، أَوْ وَرِقٍ ، أَوْ هَدَى زُقاقاً ، كَانَ لَهُ مَثلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ"

جس نے دودھ دینے والی بکری یا سونا، چاندی کو بطور قرض دیا یا باغ میں سے درختوں کی قطار ھدیہ کی، اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔[16]

جواز قرض کے سلسلے میں وہ روایات بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں جن میں قرض دینے کا ثواب صدقہ سے بھی بڑھ کر بتایا گیا ہے۔ قرض ایک مالی معاملہ ہے، اس کے باوجود اس کی نفلی عبادت پر برتری، اس کے مستحب ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود حضور ﷺ کا ارشاد امت کو منتقل کرتے ہیں کہ:

"كُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ "

ہر قرض صدقہ ہے۔[17]

بعض روایات میں قرض کو صدقہ سے بھی زیادہ باعث ثواب قرار دیا گیا ہے، امام بیہقیؒ نے حضرت انس کے حوالے سے مرفوع حدیث تحریر فرمائی ہے کہ:

"قَرْضُ الشَّيْءِ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَتِهِ"

کسی چیز کو بطور قرض دینا اسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔[18]

قرض کے مشروعیت کا یہ بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ غیر مسلموں سے بھی قرض لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ " آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے بالکل آخری دنوں میں جبکہ قریب قریب پورے عرب کے آپ فرمانروا تھے گھر کے حالت یہ تھی کہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی قیمتی زرہ رہن رکھ کر آپ ﷺ نے صرف ۳۰ صاع کو قرض لی ہوئی تھی"[19]

حکمت قرض اور عقد قرض کا اصول شریعت اسلام کے نظر میں

حکمت قرض:

بلاشبہ احکام شرعیہ کا مدار نصوص شرعیہ ہیں، حکمتیں اور مصلحتیں نہیں۔ لیکن حکیم کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا کے پیش نظر اسلامی احکامات مصالح اور اسرار سے بھرپور ہوتے ہیں، ان حکمتوں کے معلوم ہو جانے سے تعمیل ارشاد میں مزید اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی نظر سے دیکھا جائے تو جواز قرض کا حکم بھی معاشی اور روحانی فوائد پر مشتمل ہے، چند حکمتیں درج ذیل ہیں: قرض کے ذریعے معاشرے سے حرص مال جیسے مذموم

عناصر کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مال کی محبت انسان کے فطرت میں رکھی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انسانوں کے لئے کچھ چیزیں خوبصورت بنادی گئی ہیں، ان میں سے

"وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ "[20]

سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر بھی ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

"وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَما"[21]

اور مال سے بے حد محبت کرتے ہو۔

یہ فطری محبت ہی انسان کو مال کی حفاظت کرنے اور اسے ضائع کرنے سے روکتی ہے۔ تاہم یہی محبت اگر حد سے بڑھ جائے تو ڈاکہ زنی، چوری، رشوت خوری، جیسے معاشرتی ناسور اس سے رسنے لگتے ہیں۔

مال و دولت کی محبت لالچ اور حرص میں میں تبدیل نہ ہو جائے، حد اعتدال میں رہے، اس کے لئے اسلام اپنے متبعین کو جابجا خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ انہی مدات میں ایک مصرف قرض حسنہ بھی ہے۔ قرض خواہ اپنی دل چاہتی دولت بغیر کسی مادی منافع یا اخلاقی تعاون کے کچھ مدت کے لئے مقروض کے حوالہ کر دیتا ہے، تو اس میں سے حرص کا فاسد مادہ ختم ہو جاتا ہے۔

قرض کا دوسرا بڑا فائدہ زر کا مناسب پھیلاؤ ہے۔ کسی بھی مالیاتی نظام کو چلانے میں زر اہم ترین عصر ہوتا ہے، بینکاری کا نظام بھی زر کے گرد گھومتا ہے۔ اسلامی اقتصادیات میں دولت و سرمایہ داری کے وہ اصول قطعاً ناقابل برداشت ہیں جن سے مال و دولت پھیلنے اور تقسیم ہونے کے بجائے کسی ایک طرف جمع ہو جائے۔ اور اس طرح عام زندگی کو مفلوک الحال بنادے۔ قرآن انفاق کی غرض وغایت بتاتا ہے۔

"كي لا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ "[22]

تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں۔

گردش مایہ کو آزاد اور بحال رکھنے کے لئے اسلام ایک طرف سود، احتکار، اجارہ داری، اور دیگر ارتکازی عناصر کو کالعدم قرار دیتا ہے، دوسری طرف ادائے زکوۃ، انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ ساتھ قرض حسنہ کی بھرپور ترغیب دیتا ہے۔ قرض کی وجہ سے متمول افراد کا زائد سرمایہ ان کے ذاتی و انفرادی تعیش میں کھپ جانے کے بجائے معاشرے کے محروم افراد کی پہنچ میں آجاتا ہے۔

وسائل معیشت کی توسیع بھی جواز قرض کی ایک اہم حکمت ہے۔ عاملین پیدائش اصل میں دو ہی ہوتے ہیں۔

(۱) محنت (انسان) (۲) زمین (قدرتی وسائل)

انسان اپنی محنت کے ذریعے زمین یعنی قدرتی وسائل کو کام میں لا کر جو کچھ پیدا کرتا ہے، یہی وہ کچھ ہے جو اس دنیا میں نظر آرہا ہے۔ تمام معاشی خزانوں، معاشی ترقیات اور تمام معاشی نظریات کی اصل یہی دو ہی عاملین ہیں۔لہذا مساوات یوں ہے:

پیدائش دولت = انسان + زمین

پھر انسان اپنی محنت کے زریعے اور قدرتی وسائل کو استعمال کر کے جو دولت جمع کرتا ہے وہ ساری کی ساری استعمال نہیں کرتا بلکہ اس میں سے کچھ پس انداز بھی کرتا ہے، اس پس انداز دولت کو جب وہ مزید مال کی پیدائش کے لئے استعمال کرتا ہے تو یہ اثاثہ وثرمایہ بن جاتا ہے۔ عاملین پیدائش کا ثمرہ دراصل یہی سرمایہ ہوتا ہے جس کی بدولت معاشی ترقی اور مادی فوائد حاصل کرنے کی کنجی انسان کے ہاتھ لگ جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سرمایے کی یہ نعمت معاشرے کے ہر فرد کو نصیب نہیں ہوتی، بہت سے ایسے نادار افراد بھی ہوتے ہیں جن میں کاروبار کو کامیابی کے ساتھ چلانے کا سلیقہ تو ہوتا ہے مگر وہ سرمایہ سے محروم ہوتے ہیں۔ایسے محروم طبقے کو ترقی پزیر حلقے میں شامل کرنے کا ایک طریقہ قلیل المیعاد اور طویل المدتی قرضوں کے ذریعے سرمایہ کی فراہمی ہے۔ اس لئے سرمایہ داروں کے متعلق قرآن کہتا ہے

"وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ 0 لِلسَّابِلِ وَ الْمَحْرُومِ"[23]

اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے، مانگنے اور محروم لوگوں کا

عقد قرض کی اصول اسلام کے نظر میں

اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض اور اس کی تمام اشیاء نوع انسانی کے افراد کے استعمال کے لئے سجائی ہے۔ انسان ان مخلوقات کی زوات سے منتفع ہوتا ہے اور کبھی ان کی صفات سے۔ شریعت میں دونوں طرح کے انتفاع کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اسی غرض کے لئے مختلف عقود وضع بھی کئے گئے ہیں۔ان میں سے ایک عقد قرض ہے جو انسان ضرورت کے بنیاد پر اس عقد کو کر سکتا ہے اور اس کیلئے دین اسلام نے کچھ اصول مقرر کی جس کے خلاصہ کچھ یوں ہیں۔

پہلی اصول: ادائیگی قرض کی سچی نیت:

یعنی مقروض بننا صرف ایسے شخص کے لئے جائز ہے جو لیتے وقت ہی واپسی کو مد نظر رکھے اور پہلے دن ہی سے اس کو لوٹانے کی نیت کرے۔ اگر قرض لیتے وقت ادائیگی کی نیت نہ ہو تو ایسا قرض لینا حرام ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"وَلَوْ اسْتَدَانَ دَيْنًا وَقَصَدَ أَنْ لَا يَقْضِيَهُ فَهُوَ اكِلٌ السُّحْتَ"

"اگر قرض لیتے ہوئے واپسی کی نیت نہ ہو تو یہ شخص رشوت کھانے والے کی طرح حرام کھا رہا ہے"۔[24]

وجہ اس کی یہ ہے کہ واپسی کا عزم کئے بغیر قرض لینے والے کے لئے سخت وعید میں روایات میں آئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بدنیت مقروض کا برا انجام یہ بتایا ہے:

" أَيُّمَا رَجُلٍ اسْتَدَانَ دَيْنًا لا يُرِيدُ أَنْ يُؤَدِّيَ إِلَى صَاحِبِهِ حَقَّهُ خَدَعَهُ حَتَّى أَخَذَ مَالَهُ ، فَمَاتَ ، وَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ دِينَهُ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ سَارِقٌ"

جس شخص نے قرض لیا اور اس کا ارادہ حقدار کا حق ادا کرنے کا نہیں، اس نے دھوکہ سے مال لے لیا، مگر ادا نہیں کیا، یونہی انتقال کر گیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چور کی حیثیت سے پیش ہو گا۔[25]

قرض لیتے وقت نیت اس لئے بھی بہت اہم ہے کہ اسی کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی نصرت یا عذاب کا فیصلہ ہوتا ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت لائے ہیں:

"مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ"

جو شخص ادائیگی کے ارادے سے لوگوں کے مال لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ادا کروا دیتے ہیں، اور جو شخص انہیں ضائع کرنے کے ارادے سے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دیتے ہیں[26]۔

اس کے بالمقابل خلوص نیت سے لیا گیا قرض اللہ تعالیٰ کی مدد کا جاذب ہے۔ حضرت ابو میمون الکردی نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"مَا مِنْ عَبْدٍ كَانَتْ لَهُ نِيَّةٌ فِي أَدَاءِ دَيْنِهِ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنَ اللَّهِ عَوْنَ"۔

جو شخص بھی ایسا ادھار لے جس کی ادائیگی کا وہ ارادہ رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک حفاظت کرنے والا مقرر کر دیا جاتا ہے۔[27]

عصر حاضر میں ادائیگی کی سچی نیت کا عملی اظہار رقوم کی بچت، مالی وسائل کی تلاش اور مصارف میں قناعت سے ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے مال وزر کو جمع کرنا اسلامی زہد کے منافی بھی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عمر مبارک زاہدانہ و مسافرانہ کیفیت میں بسر کی کبھی مال جمع نہیں فرمایا، البتہ قرض کی ادائیگی کے پیش نظر ضرور جمع فرماتے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں وہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کے حرہ میں احد کی طرف جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: اے ابو ذر! میں نے عرض کیا: لبیک۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا يَسُرُّنِي أَنَّ عِنْدِي مِثْلَ أَحَدٍ هَذَا ذَهَبًا ، تَمْضِي عَلَى ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ ، إِلَّا شَيْئًا أَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ ، إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ومِنْ خَلْفِهِ "۔

"اگر میرے لئے احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو میں تین دن میں اسے دائیں بائیں اللہ کے بندوں میں خرچ کر دوں، کچھ بھی نہ رکھوں، ہاں قرض کی ادائیگی کے لئے رقم ضرور رکھ لوں"[28]

دوسری اصول: قرض کے مستقبل میں ادائیگی کے امکانات:

یعنی جواز طلب قرض کی دوسری شرط یہ ہے کہ مقروض کے لئے مستقبل میں ادائیگی کے امکانات بھی ہوں۔ اگر قرض کسی حاجت کے واسطے لیا جا رہا ہو، اور لیتے وقت واپس کرنے کی نیت بھی ہو، لیکن ادائیگی کے اسباب موجود نہ ہوں، تو ایسا قرض لینا عام حالات میں مکروہ ہے، الا یہ کہ شدید ضرورت کے درجے تک پہنچ جائے۔ امام احمدؒ نے حضرت انس کی روایت سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہم تک نقل فرمایا ہے:

" لأَنْ يَلْبَسَ أَحَدُكُمْ ثَوْبًا مِنْ رِقَاعٍ شَتَّى ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ بِأَمَانَتِهِ ، أَوْ فِي أَمَانَتِهِ - مَا لَيْسَ عِنْدَهُ"

"تم میں سے کسی ایک کے لئے متفرق چیتھڑوں والے کپڑے پہنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اپنی امانت کے ساتھ وہ (ذمے داری) اٹھائے جو اس کے بس میں نہیں"[29]

اگرچہ اس ارشاد کا سیاق خرید و فروخت کا معاملہ ہے، لیکن الفاظ کے عموم میں قرض کا شامل ہونا بھی واضح ہے۔

علامہ ابن قدامہؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"يَعْنِي مَا لَا يَقْدِرُ عَلَى وَفَائِهِ"

یعنی مستقبل میں اس کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔[30]

ادائیگی کے امکانات کا جائزہ لینا قرض خواہ کا بنیادی حق بھی ہے، مقروض کی مالی حیثیت سے، اس کی اخلاقی حالت، معاشرتی ذمہ داری کی واضح حقیقت، قرض دینے سے پہلے ضرور دیکھ لینی چاہئے اور مقروض کو اس میں کسی دھوکے سے کام لینا جائز نہیں۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْتَقْرِضَ ، فَلْيُعْلِمْ مَنْ يَسْأَلُهُ الْقَرْضَ بِحَالِهِ ، وَلَا يَغُرُّهُ مِنْ نَفْسِهِ ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ الْيَسِيرُ الَّذِي لَا يَتَعَذَرُ رَدُّ مِثْلِهِ "

جس کا قرض لینے کا ارادہ ہو، اسے قرض خواہ کو اپنی حیثیت واضح کر دینی چاہئے اور دھوکے میں نہیں رکھنا چاہئے۔ البتہ معمولی درجہ کی کمی جس کی وجہ سے چھوٹی اشیاء کی واپسی نہ رکے جائز ہے۔[31]

تیسری اصول: قرض لینے کی واقعی حاجت ہو:

فقہائے کرام رحمہم اللہ نے استقراض کے جواز کو حاجت کے ساتھ مشروط فرمایا ہے، جس کا ماخذ وہ مشہور حدیث ہے جس میں قرض دینے کو صدقہ سے افضل قرار دیا گیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

" فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ"

"میں نے پوچھا: اے جبرئیل! قرض صدقہ سے افضل کیوں ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اس لئے کہ سائل ہوتے ہوئے بھی مانگتا ہے جبکہ مقروض صرف حاجت کی وجہ سے ہی قرض مانگتا ہے"[32]

مسند طیالسی میں اسی مفہوم کی ایک روایت ہے:

"لأَنَّ صَاحِبَ الْقَرْضِ لا يَأْتِيكَ إِلا وَهُوَ مُحْتَاجُ ، وَإِنَّ الصَّدَقَةُ رُبَّمَا وَقَعَتْ فِي يَدِ الغَنِي"

"اس لئے کہ قرض لینے والا تو آپ کے پاس صرف حاجت کے وقت آتا ہے، جبکہ صدقہ بعض اوقات مالدار کے ہاتھ میں بھی رکھ دیا جاتا ہے"[33]

لیکن اتنی بات کہ مستقرض کو کسی حاجت ہی کی وجہ سے قرض لینا چاہئے، احادیث کے مجموعی مزاج سے بھی واضح ہوتی ہے۔ بلکہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاجت بھی معقول ہونی چاہئے، کیونکہ روز قیامت اس بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"يَدْعُو اللَّهُ بِصَاحِبِ الدَّيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، حَتَّى يُوقَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَيُقَالُ : يَا ابْنَ آدَمَ فِيمَ أَخَذْتَ هَذَا الدَّيْنَ ، وَفِيمَ ضَيَّعت حُقُوقَ النَّاسِ ؟ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي أَخَذْتُهُ فَلَمْ آكُلْ ، وَلَمْ اشْرَبْ ، وَلَمْ أَلْبَسْ ، وَلَمْ أُضَيِّعْ، وَلَكِنْ أَتَى عَلَى يَدَيَّ إِمَّا حَرَقٌ ، وَإِمَّا سَرَقٌ ، وَإِمَّا وَضِيعَةٌ. فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : صَدَقَ عَبْدِي ، أَنَا أَحَقُّ مَنْ قَضَى عَنْكَ الْيَوْمَ . فَيَدعُو اللَّهُ بِشَيْءٍ ، فَيَضَعُهُ فِي كِفَّةِ مِيزَانِهِ ، فَتَرْجَعُ حَسَنَاتُهُ عَلَى سَيِّئَاتِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ"

اللہ تعالیٰ روز قیامت مقروض کو بلائیں گے، یہاں تک کہ اس کو ان کے روبرو کھڑا کیا جائے گا، اور دریافت کیا جائے گا: اے ابن آدم! تونے یہ قرض کس لئے لیا؟ اور تونے لوگوں کے حقوق کس لئے ضائع کئے؟ وہ جواب عرض کرے گا: اے میرے رب! بلاشبہ آپ کو علم ہے کہ یقیناً میں نے اس کو کھانے، پینے، اور پہنے میں

نہیں اڑایا اور نہ ضائع کیا۔ لیکن مجھ پر تو آگ یا چوری یا کاروباری خسارہ کی مصیبت آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرے بندے نے سچ کہا ہے، آج میں اس کا قرض ادا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کسی چیز کو طلب کریں گے، پھر اس کو اس کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیں گے، تو اس کی نیکیاں اس کی بڑائیوں کے مقابلے میں زیادہ ہو جائیں گی۔ پس وہ ان کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔[34]

اس حدیث سے واضح ہے کہ حاجت ہو، معقول ہو تو قرض لینا قابل مواخذہ نہیں، لیکن معاملہ برعکس ہو تو بروز قیامت باز پرس ہو گی۔ بلکہ دوسری روایات میں اس میں یہ اضافہ کرتی ہیں کہ ناجائز اغراض کے لئے قرض لینے والا دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جاتا ہے۔

حاجت اصول فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، جسے اصولیین مجبوری کے ایک خاص درجے کے لئے استعمال کرتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے: در حقیقت انسان کو پریشانی اور مجبوری کے اعتبار سے دو حالتیں در پیش ہوتی ہیں۔ ایک وہ جسے شریعت "ضرورت" کے عنوان سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس میں انسان کسی شے کے استعمال کے بابت ایسے مرحلے میں پہنچ جائے کہ اگر اس کو استعمال نہ کرے تو مر جائے یا قریب المرگ ہو جائے۔ یعنی شریعت کے بنیادی مقاصد: دین، جان، مال، عقل اور نسل کی حفاظت کا آخری اور ناگزیر درجہ ضرورت کہلاتا ہے، جیسے ایک شخص اتنا بھوکا ہے کہ کھانا نہ ملنے کی صورت میں اس کی موت یقینی ہو۔

دوسری حالت کو حاجت کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس حالت میں پہلی حالت والی نوبت تو پیش نہیں آتی لیکن انتہائی مشقت اور تکلیف کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے، اگر اس حال کا تدارک نہ کیا جائے تو بتدریج انسان پہلی حالت تک پہنچ جاتا ہے۔ حاجت پوری کئے بغیر شریعت کے مقاصد پنج گانہ پر تو آنچ نہیں آتی لیکن انسان اپنی عائلی، مالی اور ذاتی فرائض کی ادائیگی با آسانی ادا نہیں کر سکتا۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص بھوکا ہو، اور بھوک کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہو، لیکن کھانا نہ ملنے کی صورت میں موت تک نہ پہنچے، لیکن اپنے مذہبی اور قانونی ذمہ داریاں بھی اس حالت میں ادا نہیں کر سکتا، اور اس حالت کا تدارک نہ کیا جائے تو کمزوری بڑھتے بڑھتے موت کی صورت بھی اختیار کر سکتی ہے۔ حاجت کی یہ تعریف اور تعیین کتاب اللہ سے ماخوذ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ ایک دروازے سے اور ایک ساتھ شہر میں داخل نہ ہونا، کہیں گیارہ حسین اور جوان بھائیوں پر نظر بد نہ لگ جائے۔ قرآن کریم اس تدبیر پر یوں تبصرہ کرتا ہے:

"مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قضها"[35]

تو یہ عمل اللہ کی مشیت سے ان کو ذرا بھی بچانے والا نہیں تھا لیکن یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کر لی۔

قرآن نے نظر لگنے سے حفاظت کو حاجت قرار دیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ نظر لگنا حرج و مشقت کا سبب ضرور ہے، مگر اس کی وجہ سے فوری طور پر جان نہیں جاتی، نہ کوئی عضو تباہ ہوتا ہے اور نہ اس کی وجہ سے بندہ کسی ممنوع کے ارتکاب کے لئے مضطر ہوتا ہے۔ سورہ مومن میں چوپائیوں کے فوائد بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

"وَ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِ كُمْ" [36]

"اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور ان کا مقصد یہ بھی ہے کہ تمہارے دلوں میں (کہیں جانے کی) جو حاجت ہو تو اس تک پہنچ سکو"

اس آیت میں حاجت سے مراد وزنی سامان دوسرے شہر کو لے جانا ہے۔ ظاہر ہے کہ بوجھ لادنے والے چوپائے بھی انسان کی حاجت ہیں اور ان کے ذریعے سامان منزل تک لے جانا بھی کسی دور میں انسانی حاجت رہی ہے، جس کے بغیر تجارت میں مشقت اور حرج بڑھ جاتا تھا، لیکن ان کی عدم موجودگی اضطراری کیفیت کبھی پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ الغرض حاجت کا فقہی مفہوم میں مجبوری کی وہ حالت ہے جس میں فعل یا ترک فعل پر مقاصدِ پنجگانہ۔ دین، جان، مال، عقل، نسب کی حفاظت موقوف نہ ہو لیکن اس کے بغیر مشقت ضرور ہو۔ جیسے رہنے کا مکان، جاڑے میں پہننے کے کپڑے، روشنی کے لئے بلب علمی مشغلہ رکھنے والوں کے لئے کتابیں، وغیرہ۔ علامہ شاطبی رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

"وَإِنَّمَا تَكُونُ حَاجِيَةٌ إِذَا كَانَ قَادِراً عَلِيْهِ، لَكِنْ بِمُشَقَةٍ تَلْحَقُهُ فِيهِ أَوْ بِسَبِيهِ"

حاجت وہ ہے جس (کے بغیر کام) پر قدرت تو ہو لیکن مشقت کے ساتھ۔ [37]

طلب قرض کے حاجت سے مشروط ہونے سے مراد بھی یہی ہے کہ قرض صرف ان صورتوں میں ہی لیا جا سکتا ہے جب انفرادی یا اجتماعی ضرورتوں، خانگی یا تجارتی امور، دینی یا دنیاوی فرائض میں اس اضافی رقم کی ضرورت ہو، اس کے بغیر ان ذمے داریوں سے عہدہ برا ہونا مشکل ہو، اس کا فقدان حیات میں بدمزگی کا باعث ہو۔ محض خواہشات کی تکمیل یا غیر ضروری امور کی ادائیگی یا آسائشوں کے حصول کے لئے قرض لینا جائز نہیں۔

تنگدست مقروض کو مہلت دینا

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالی نے تنگ دست اور نادار مقروض کیساتھ نرمی برتنے کی تعلیم دی ہیں:

"وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ" [38]

"اور اگر کوئی تنگدست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے۔ اور صدقہ ہی کر دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، بشرطیکہ تم میں سمجھ ہو"۔

قران مجید مقروض کو تنگ کرنے کے بجائے فراخی اور وسعت تک مہلت دینے کے تعلیم دے رہا ہے۔ اور صرف مہلت نہیں بلکہ استطاعت تک صبر کرنے کا تعلیم دے رہاہے۔ اور شریعت نے قرض خواہ کو مقروض کو مہلت دینے کیلئے مختلف انداز میں ترغیب دی ہیں۔ مثلاً:

صدقہ کا ثواب:

مسند احمد میں روایت ہے

"کہ جو شخص تنگ دست کو مہلت دے گا اسے ہر روز اتنا اجر ملے گا جتنا اس کا مقروض کے زمے قرض ہے۔ یہ اجر میعاد سے پہلے مدت کا ہے جب مدت پورا ہو اور شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو مہلت کی صورت میں دوگنی اجر کا ثواب ملے گا"۔[39]

تنگدست کو مہلت دینا دینا دعا کے قبولیت کا ذیعہ:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص چاہے کہ اس کے مصیبت دور ہو اور دعا قبول ہو تو وہ تنگدست پر اسانی کرے"۔[40]

عرش الہی کی مہمان نوازی:

حضرت ابوالیسر گواہی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"جس نے تنگ دست کو مہلت دی تو وہ بلاشبہ اللہ تعالی کے عرش کے سائے میں ہو گا یہاں تک کہ مقروض ادائیگی کے سبب پالے یا قرض خواہ کہی کہ اللہ کے خاطر معاف کر دیا اور میرا مال تم پر صدقہ ہو۔ اور قرض کے دستاویز جلا دے"[41]

اس وجہ سے اسلام انسانی اقدار کو بہت اہمیت دے رہاہے اور یہی اخلاقی تعلیم ہے اور متبعین اسلام کو اخلاق کے بلندی پر دیکھنا چاہتا ہے کہ مقصود اصلی دولت نہ بنائیں۔ بلکہ کسی تنگدست کے بارے اپنے حق سے دستبر دار ہو یا تھوڑے وقت کے لئے مطالبے کو چھوڑے، یہی دین اسلام کی چاہت ہے۔

مہلت کی شرعی حیثیت

قرضدار کو مہلت دین کیا قانونی اسلامی میں لازمی حثیت رکھتاہے اور کیا یہ مقروض کا حق ہے یا یہ محض اخلاق حیثیت رکھتا ہے جو قانونی نظر سے واجب نہیں ہے اس سلسلے میں فقہی ماخذ سے ظاہر ہو تا ہے کہ فقہائے

کرام رحمۃ اللہ علیہم (مالکیہ، شوافع، حنابلہ) کے اکثریت مقروض کو مہلت دینا ان کا ذاتی حق سمجھتی ہے جب تک مقروض کے حالات برابر نہ ہو اسے مہلت مل جاتی ہے جس کی بنیاد پر عدالت اسے گرفتار یا سزا نہیں دے سکتا اور قرض خواہ بھی مہلت دینے کا پابند ہوتا ہے۔ ان فقہا کرام کے مسلک میں قران کا حکم مہلت کا وجوبی ہے علامہ زحیلیؒ نے ائمہ ثلاثہ کا یہی قول نقل کیا ہے:

"وَقَالَ زُفَرُ وَالْمَالِكِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ: إِذَا ثَبَتَ إِعْسَارُ الْمَدِينِ عِنْدَ الْحَاكِمِ، لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ مُطَالَبَتَهُ وَمُلَا زَمَتَهُ، بَلْ يُمْهَل إِلَى أَنْ يُوْسَر لِأَنَّهُ إِذَا ثَبَتَتِ الْعُسْرَةُ اسْتَحَقَّ النَّظِرَةَ إِلَى الْمَيْسَرَةِ، كَمَا لَوْ كَانَ الدِّينُ مُؤَجَلاً، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ، فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ "[42]

تاہم ہماری تحقیق یہ ہے کہ مہلت دینا تنگدست کا لازمی تقاضا نہیں ہے مقروض مزید مہلت کا بطور استحقاق مطالبہ نہیں کر سکتا مہلت دینا قرض خوا کا صوابدید اختیار ہے اگر وہ اس پر راضی نہیں تو کوئی مجبور نہیں کر سکتا اور وجہ اس کا یہ ہے کہ اجر کسی نیک کام کا اپنے اختیار پر کرنے سے ملتا ہے اگر مقروض کو مہلت مالی حالت برابر نہ ہونے سے مل گئی تو قرض خواہ کو ثواب کیسا ملے گا یہی وجہ ہے کہ احادیث میں بار بار "من انظر معسرا" کی تعبیر اختیار کیا گیا ہے جس سے یہ واضح ہے کہ مہلت قرض خواہ کا ذاتی اختیار ہے۔ علامہ جصاصؒ نے ان احادیث سے یہی مطلب لیا ہے

"(مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ) يُوجِبُ أَنْ لَّا يَكُونَ مُنْظَرًا بِنَفْسِ الْإِعْسَارِ دُونَ إِنْظَارِ الطَّالِبِ إِيَّاهُ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ مُنْظَرًا بِغَيْرِ إِنْظَارِهِ لَمَا صَحَّ الْقَوْلُ بِأَنَّ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ ؛ إِذْ غَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يَسْتَحِقَ الثَّوَابَ إِلَّا عَلَى فِعْلِهِ ، فَأَمَّا مَنْ قَدْصَارَ مُنْظَرًا بِغَيْرِ فِعْلِهِ فَإِنَّهُ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَسْتَحِقَّ الثَّوَابَ بِالْإِنْظَارِ"[43]

نیز قران مجید میں بھی مقروض تنگدست کو صرف مہلت دینے کا حکم ہے یہ مہلت کتنی ضروری ہے اس کی وضاحت اور صراحت قران مجید میں مذکور نہیں ہے صرف یہ حکم ہے کہ اسانی تک انتظار کرو لیکن یہ بات واضح ہے کہ امر ہمیشہ وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کیلئے بھی ہوتا ہے صرف تنگدست مقروض کو مہلت کا حکم نہیں بلکہ قرض خواہ اپنا قرض وصول کرنے کے لیے دیگر صورت اختیار کر سکتا ہے مثلا:

قید:

جو مقروض وقت پر قرض ادا نہیں کرتا اس شخص ک کے حالت کے تحقیق تک کیلئے قید کیا جا سکتا ہے جس کے بعد اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے اگر وہ واقعی مشکلات کا شکار ہے تو اسے قید پر ہی اکتفا کیا جائے اور جلد ادائیگی کے وعدے پر رہا کیا جائے اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اس کے پابندی کی مثالی ملتے ہیں

عہد فاروقی سے اموی دور تک مسلسل قاضی کے عہدے پر رہنے والے قاضی شریح رحمہ اللہ نے ایسے مقروضوں کو قید رکھا تھا اور تنگدستوں کو بھی رہا نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مہلت ہر مقروض کا حق نہیں اور فرماتی کہ مہلت دینا ان مقروضوں کے بارے میں ہے جو سودی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہو اسے مہلت دی جاسکتی ہے باقی مقروض ہر حالت میں قرض ادا کرنے کے پابند ہے اور ادائیگی تک قید میں رکھا جاسکتا ہے۔[44]

مسلسل نگرانی:

قید کے بعد مقروض پر کھڑی نگرانی رکھی جائے گی صرف قید کرنے سے حق ختم نہیں ہوتا مقروض کی کمائی سے اس کی ضروریات زندگی کے علاوہ جو بچے اسے وصول کیا جائے گا اور اپنا پورا حق اصولی تک مقروض کے پیچھا کرے گا اور مقروض پر نظر رکھتے کا ذکر قران مجید سے ملتا ہے۔

"وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَا يما"[45]

اور انہی میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر ایک دینار کی امانت بھی ان کے پاس رکھواؤ تو وہ تمہیں واپس نہیں دیں گے، الا یہ کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔

قران مجید کی اس الفاظ کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو کہ تعبیر ہے کہ قرض خواہ مقروض سے اپنا حق وصول کرنے تک مسلسل سوال اور نگرانی کرنا جائز ہے۔

حدیث مبارکہ میں بھی مقروض سے قرض مانگنے کے وجوب کا ثبوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص کا دوسرے پر دس دینار کا قرض تھا اور وقت مقررہ پر ادا نہ کر سکا تو قرض خواہ مقروض سے لڑپڑا اور اسے بار بار اپنے قرض ادائیگی کا پوچھتا رہا

"فَوَ اللَّهِ لَا أُفَارِقُكَ حَتَّى تَقْضِيَ أَوْ تَأْتِيَ بِحَمِيلٍ يَحْمِلُ عَنْكَ"

میں تمہیں اس وقت تک رہا نہیں کروں گا جب تک قرض ادا نہ کروں یا مجھے کوئی ضمانت والا نہ دے۔

اخرکار مقروض معاملہ حضور ﷺ کی پاس لے گیا اور درخواست پیش کی کہ اے اللہ کے رسول!

"هَذَا لَا زَمَنِي وَ اسْتَنْظَرْتُهُ شَهْراً وَاحِداً فَأَبَى حَتَّى أَقْضِيَهُ أَوْ آتِيهِ بِحَمِيلٍ فَقُلْتُ: وَ اللَّهِ مَا أَجِدُ حَمِيلاً وَلَا عِنْدِي قَضَاءُ الْيَوْمِ "

اس ادمی نے مجھے گیر رکھا ہے اور میں اس ایک ماہ مہلت مانگ لی ہے لیکن نہیں مان رہا بس صرف قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کر رہا ہے یا ضمانت مانگ رہا ہے اب نہ میرے ضمانت والا ہے اور نہ قرض ادا کرنے کیلئے کچھ۔

آپ ﷺ نے اس شخص کو مقروض کیلئے ایک ماہ مہلت دینے کی سفارش کی اور خود اس کے ضمانت لی۔[46]

اس حدیث میں مہلت مانگنے پر بھی مہلت نہیں دی گئی اور پیغمبر خدا ﷺ نے اس پر اعتراض نہیں فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہلت مقروض کا حق نہیں ہے بلکہ قرض خواہ کے لیے مقروض کی مسلسل نگرانی جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ الْيَدَ وَالسَانَ"

بلاشبہ حق والے کیلئے ہاتھ اور زبان کا استعمال جائز ہے۔[47]

فقہائے احناف ؒ نے اس حدیث میں ہاتھ سے لزوم اور زبان سے تقاضا کرنا مراد لیا ہے۔[48]

کمانے پر مجبور کرنا:

قرض خوا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقروض کی کوششوں کا جائزہ لیتا رہے اور مقروض کو کمانے پر مجبور کریں اور یہ مجبور کرنا مہلت کے خلاف نہیں ہے اور مقروض کو اس بات کا پابند بنادیں کہ وہ کشادگی اور حصول کے لئے تگ ودو میں لگا رہے اگر اس میں کوئی سستی کرے یا غفلت کا مظاہرہ کریں تو اسے کمانے پر مجبور کر سکتا ہے اگر مقروض کسب معاش نہیں کر رہا یا مالی استطاعت کو جان بوجھ کر حاصل نہیں کر رہا اور ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو اسے نادار اور لاچار مقروض کے فہرست سے نکال کر لاپرواہ مقروض کے صف میں کھڑا کر دیا جائے گا جس کے بارے میں حدیث ہے:

"لَيِ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ"

ادائیگی کے وسائل پانے والے کا ٹال مٹول اس کی بے عزتی اور سزا کو حلال کر دیتا ہے۔[49]

دین اسلام کا مزاج بھی یہی ہے کہ کسی نادار مقروض کو اس کے غربت کی وجہ سے رعایت نہیں کرتا بلکہ غربت کے خاتمے کیلئے اقدامات اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے پیغمبر خدا ﷺ ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو امامہ انصاری کو مسجد کے کونے میں غمگین بیٹھا دیکھ کر اس کی حالت پوچھا تو انہوں نے اپنے قرضوں کا حال پیغمبر خدا ﷺ کو سنایا پیغمبر خدا ﷺ نے اس کو ایک دعا سکھائی جس کا کچھ حصہ یہ ہے:

"وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ"

اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے۔[50]

اس دعا میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرض سے نجات کے لیے صرف مسجد میں بیٹھنا کافی نہیں بلکہ عمل اقدامات اور کمانے کے کوشش کرنے چاہیے اور سستی اور نکھے پن سے نکلنا چاہیے اللہ تعالی جلد قرض سے نجات کا وسیلہ بنادے گا اس لیے مقروض کو مہلت مل جانا کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر قسم کوششوں سے ازاد ہو گیا بلکہ قرض

خواہ اس دوران اس کو اسباب معیشت تلاش کرنے پر مجبور کرے گا تاکہ وہ اس قرض کے بوجھ سے ازاد ہو جائے اور قرض سے ازادی صرف ادا کرنے پر مل جاتا ہے۔

خلاصہ

قرآن، حدیث اور قانون اسلامی کی رو قرض کی تعریف، قانونی اصولوں اور اخلاقی ذمہ داریوں کی چھان بین کی گئی ہے۔ اس میں اس بات کی جانچ پڑتال کی گئی ہے کہ فقہاء نے قرض کے تعریف کی وضاحت کی۔ قرآنی تصور قرض حسنہ (ایک ہمدردانہ اور بلا سود قرض) پر توجہ مرکوز کرتی ہے، جو مالی غیر جانبداری اور سماجی فلاح و بہبود کو فروغ دیتی ہے۔ حدیث میں مزید قرضوں کی ادائیگی ایمانداری سے کرنے اور مالی مشکلات میں دوسروں کی مدد کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات قرض دہندگان کو اس بات کی ترغیب دیتی ہیں کہ وہ محنت کرنے والے قرض دہندگان کے ساتھ صبر کریں اور جب ممکن ہو تو صدقہ کے طور پر قرض معاف کردیں۔ اسلامی اصول منصفانہ رقم کی تقسیم کی حمایت کرتے ہیں اور مالی استحصال کو روکتے ہیں. اس میں قرضوں کی دستاویزات، تنازعات کو حل کرنے اور ادائیگی نہ کرنے والوں کے لئے مدت میں توسیع کے بارے میں قرانی تصور پیش کیا ہے۔ نتائج سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام مالی ذمہ داری کو سماجی انصاف کے ساتھ متوازن کرتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ قرض کو اخلاقی طور پر استعمال کیا جائے نہ کہ ہراسانی کے آلے کے طور پر۔ روایتی اسلامی تعلیمات کو جدید مالیاتی طریقوں کے ساتھ ملا کر یہ تحقیق اسلامی مالیات اور اخلاقی قرضوں کے بارے میں قابل قدر بصیرت فراہم کرتی ہے۔ دین اسلام قرض کا نظریہ ایک مستقل اور منصفانہ مالیاتی نظام کے طور پر پیش کرتا ہے، جو معاشی استحکام اور معاشرتی توازن دونوں کو فروغ دیتا ہے۔

حواشی

[1]الافریقی،محمد بن مکرم بن منظور ، لسان العرب (بیروت، دار الکتب العلمیة ۱۴۲۴ - ۲۰۰۳م) ،مادۃ"قرض"،ج:3،ص:159

[2]الزبیدی، محمد مرتضی الحسینی ، تاج العروس من جواہر القاموس(کویت، مطبعه حکو مة الکویت 1987 م)، فصل القاف مع الضاد، قرض، ج: 19، ص: 15

[3] ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم، المحلی،(لاہور،دار الدعوۃ السلفیه 1984)، ج:8،ص:462

[4] الافندی،عبد الرحمن بن محمد بن سليمان شيخى زاده، مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر(بيروت۔دار الكتب العلمية، 1998م)، كتاب البيوع باب المرابحة والتولية، فَصَلٌ بَيَانِ الْبَيْعِ قَبل قبض المبيع، ج: 3،ص: 118

[5] الرملی، محمد بن ابی العباس ابن شهاب الدين ، نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج (بيروت)دار الكتب العلمية، - ۱۹۹۳م)، كتاب السلم، فصل فِي الْقَرْضِ، ج:4، ص:21

[6] النووی، يحيى بن شرف ، كتاب المجموع شرح المهذب للشيرازي (جدة مكتبة الارشاد) ،ج:12،ص:253

[7] التسولی،علی بن عبد السلام ،البهجة في شرح التحفة (بيروت، دار الكتب العلمية،1998) باب التبرعات، فصل في القرض وهو السلف،

ج: 2،ص :371۔

[8] البهوتی، منصور بن يونس ، الروض المربع شرح زاد المستقنع مؤسسة الرسالة، كتاب البيوع باب القرض، ج :1، ص: 361۔

[9] www.businessdictionary.com/definition/loan.html

[10] البقرة:245

[11] محمد بن عمر بن الحسين الرازي ، التفسير الكبيرا ومفاتيح الغيب (بيروت دار الكتب العلمية. ۔ 2000م) ص: 142،ج:2

[12] محمد تقی عثمانی، آسان ترجمه قرآن تشريحات کے ساتھ (کراچی، مکتبه معارف القرآن، مئی 2011م) ص: 120۔

[13] البقرة:282

[14] البقرة:282

[15] البقرة:283

[16] ترمذی ،محمد بن عیسی ، جامع الترمذي ،(رياض،ار السلام للنشر والتوزيع ،2008)كتاب البر والصلة باب مَا جَاءَ فِي الْمِنْحَةِ، الرقم: 1957-

[17] هيشمی، نورالدين على بن ابی بكر ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ،كتاب البيوع،باب ما جاء في القرض، ص: 120، ج: 2، الرقم: 2221-

[18] أحمد بن الحسين البيهقى السنن الكبرى (ملتان) اداره تاليفات اشرفيه) كتاب البيوع، باب ما جاء في فضل الإقراض، ص:،3533:ج: 5-

[19] بخاری،محمد بن اسماعیل ، صحيح البخاری،(رياض،ار السلام للنشر والتوزيع ،2008)كتاب الجهاد والسير باب ما قيل في درع النبي صلى ا الله عليه وسلم والقميص في الحرب، الرقم: 2912

[20] آل عمران:14

[21] الفجر:20

[22] الحشر:7

[23] المعارج:24-25

[24] شیخ نظام ، الفتاوى الهندية، (کوئٹه،مکتبه رشیدیه)، کتاب الکراهية، الباب السابع والعشرون في القرض ،ص: 366، ج:5

[25] هيثمى، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ،كتاب البيوع، باب فيمن نوى ان لا يقضي دينه ،ص: 167، ج4،الرقم: 6654

[26] بخارى ، صحيح البخارى ،كتاب الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس، الرقم: 2387

[27] البيهقي ،احمد بن حسين ، السنن الكبرى ، كتاب البيوع، باب ما جاء فى جوا از الاستقراض، ص: 352، ج:5

[28] بخارى ، صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم ما يسرنى الرقم: 6444

[29] احمد بن حنبل، مسند أحمد،(رياض، بيت الافكار الدولية)، مسند انس بن مالك، الرقم: 13594

[30] عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامه المقدسى المغنى في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني،(رياض،دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع) ، كتاب السلم، باب القرض، ص: 430،ج: 2

[31] عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامه المقدسي، المغنى في فقه الإمام احمد بن حنبل الشيباني، كتاب السلم، باب القرض، ص: 230، ج: 6۔

[32] ابن ماجه، سنن ابن ماجه ،(بيروت، هجر للطباعة والنشر . 1999م)، كتاب الصدقات، باب القرض، الرقم: 2431

[33] سليمان بن داود بن الجارود مسند أبي داود الطيالسي (بيروت، هجر للطباعة والنشر . 1999م)، أحاديث أبي أمامة الباهلى الرقم: 1237

[34] احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، مسند توابع العشرة، حديث عبد الرحمن بن ابى بكرة، ص: 156الرقم: 1708

[35] يوسف: 28

[36] المومن: 80

[37] إبراهيم بن موسى الشاطبي الموافقات في أصول الفقه، (خبر،دار ابن عفان للنشر والتوزيع1997)، النوع الخامس في الرخص و العزائم، المسئلة الاولى، ص: 471، ج:1

[38] سورة البقرة:280

[39] أحمد بن حنبل الشيباني، مسند أحمد بن حنبل، حديث بريده الاسلمي الرقم: 22970

[40] احمد بن حنبل الشيبانى، مسند أحمد بن حنبل،، حديث مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب، الرقم: 4749

[41] نورالدين على بن ابى بكر هيشمى ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب البيوع باب فيمن فرج عن معسر ، ص 171، ج:٢، الرقم: 2270

[42] وهبة الزحيلي، الفقه الاسلامى وادلته،القسم الثالث : العقود او التصرفات المدنيه المالية الفصل الثامن عشر : الحجر، ص:462،ج:6

[43] الرازى، احمد بن على ، الجصاص احكام القرآن ، باب البيع، ص: 478، ج:1

[44] محمد بن جرير طبرى، جامع البيان فى تاويل القرآن ، ص: 110ج: 3

[45] العمران:75

[46] محمد بن عبد الله حاكم نيسابورى، المستدرك على الصحيحين، كتاب البيوع، ص:37،ج:2،الرقم:2283

[47] على بن عمر الدارقطني سنن الدارقطنى ،، كتاب في الاقضيه والاحكام، باب في المرأة تقتل اذا ارتدت ص: 474، ج: 3،الرقم: 4273

[48] ابن نجيم ، عمر بن ابراهيم ،البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، كتاب الاجاره ، باب ما يجوز من الاجارة، ص: 310، ج:-7

[49] ابو داود سليمان بن اشعت سجستانى، سنن ابى داود ، (بيروت-دار الكتب العلمية، 1998م)، كتاب القضاء ، باب في الدين هل يحبس به، الرقم: 3628

[50] ابوداود، سليمان بن اشعت سجستانى، سنن ابى داود ، كتاب الوتر، باب في الاستعاذة، الرقم: 1555